ڈاکٹر ایوب قادری

قرآن کریم کے چند قدیم اردو تراجم

اٹھارہویں صدی عیسوی پاک وہند کی تاریخ میں سیاسی، سماجی، معاشرتی اور ثقافتی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ عالمگیر اورنگ زیب (ف ۱۷۰۷ء) کے انتقال کے بعد دہلی کی مرکزی حکومت کو گھن لگ گیا اور اس کی جڑیں کھوکھلی ہونے لگیں۔ صوبیدار خودسر ہوگئے، جاٹوں اور مرہٹوں کے حوصلے بڑھے، سکھوں نے شورش اٹھائی، امراء و رؤساء کا اقتدار اتنا بڑھا کہ بادشاہ ان کے رحم وکرم کے محتاج ہوگئے۔ انگریزوں نے ان حالات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، ان کا قدم مدراس وبنگال سے شمالی ہند کی طرف بڑھا اور آہستہ آہستہ بہار، اودھ، روہیل کھنڈ اور دہلی و پنجاب پر ان کا قبضہ ہوگیا۔

مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ ان کی مذہبی زندگی میں بھی ابتری پیدا ہوگئی۔ بدعات اور مراسم پرستی کا بڑا زور تھا۔ قرآن وحدیث سے زیادہ علوم عقلیہ کا دور دورہ ہوا۔ علماء اپنی قابلیت کا مظاہرہ فلسفہ ومنطق کی درسی کتابوں کے حاشیے اور شرحیں لکھ کر کرتے تھے۔ تصنیف وتالیف کا ذریعہ عربی اور فارسی زبانیں تھیں۔ انھی زبانوں میں تعلیم وتربیت اور درس وتدریس کا کام ہوتا تھا اور علماء ان ہی زبانوں میں درس دیتے تھے۔ اس زمانے میں بعض بالغ نظر علماء کو خیال پیدا ہوا کہ عربی وفارسی کی

بجائے عوام کی زبان میں اصلاح و تبلیغ کا کام ہونا چاہیے۔چنانچہ بعض علماء نے اُردو میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا مگر آغاز و تمہید میں "معذرت" ضروری سمجھی جاتی تھی اس سلسلے میں خانوادۂ ولی اللّٰہی نے بڑا کام انجام دیا اور اُردو زبان میں اچھا خاصا اصلاحی اور تبلیغی لٹریچر مہیا کیا ہے۔

یہاں ہم قرآن کریم کے چند قدیم اردو تراجم کا تعارف کرا رہے ہیں۔

قرآن کریم کے اردو تراجم کی اولیت کا سہرا شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے سر ہے۔اگرچہ اس سے پہلے بھی اردو کے ایک دو ترجمے ہوئے لیکن وہ طباعت سے محروم رہے اور شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجمے نہ صرف سب سے پہلے شائع و طبع ہوئے بلکہ ان کی مقبولیت و افادیت آج بھی قائم ہے۔

ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی

حضرت شاہ ولی اللّٰہ دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) جیسے عالم کہیں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں انھوں نے اسلامی علوم و فنون پر بڑی گراں قدر تصنیفات چھوڑی ہیں۔

شاہ ولی اللّٰہ نے قرآن کریم سے براہِ راست استفادہ کی غرض سے ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء میں فارسی میں ترجمہ کیا۔اس کے بعد ان کے نامور فرزند شاہ عبدالقادر (ف ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء میں کیا۔ اردو زبان میں قرآن کریم کا یہ پہلا ترجمہ ہے جس کو سب سے زیادہ قبول اور بقائے دوام حاصل ہوا۔شاہ عبدالقادر صاحب نے اس ترجمہ پر تفسیری حاشیے بھی لکھے ہیں اور اس کا نام "موضح قرآن" رکھا، جو تاریخی نام ہے اور اس سے ۱۲۰۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔ وہ اس ترجمہ کی تمہید میں لکھتے ہیں:

> "کلام پاک خدا تعالیٰ کا عربی زبان میں ہے اور ہندوستانیوں کو اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔اس واسطے اس بندہ عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے بابا صاحب یعنی بڑے حضرت شیخ ولی اللّٰہ، عبدالرحیم صاحب کے بیٹے، سب حدیثیں جاننے والے، ہندستان کے رہنے والے نے

فارسی زبان میں قرآن کے معنیٰ آسان کرکے لکھے ہیں۔ الحمدللہ کہ یہ آرزو ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء میں حاصل ہوئی۔ اب کئی باتیں معلوم کرنا چاہیے کہ۔

(۱) پہلی یہ کہ اس جگہ معنیٰ ہر لفظ کے جدا جدا ضرور نہیں، کس واسطے کہ محاورہ ہندی زبان کا اور عربی زبان کا ہرگز موافق نہیں۔ اگر جس طرح قرآن شریف میں اس طرح جدا جدا لفظوں کے معنیٰ لکھے۔

(۲) اور دوسری یہ کہ یہ جو ہندی معنی آسان ہیں ہر ایک سے پڑھے جاتے ہیں پر اسے بھی استادی سند چاہیے جو معنیٰ قرآن کے بغیر سند کے اعتبار نہیں رکھتے۔

(۳) اور تیسرے ملانا اگلی اور پچھلی آیتوں کے معنوں کو اور بات کا کٹ جانا بغیر استاد کے معلوم نہیں ہوتا۔ جو قرآن شریف عرب کی زبان میں ہے، وہاں کے لوگوں کو اپنی اپنی زبان کا محاورہ معلوم ہے۔

(۴) اور بہت بڑے معانی اور خوبیاں قرآن شریف کی جو بڑے عالم اور اللہ صاحب کے لوگ سمجھتے ہیں اس میں نہیں لکھیں۔ یہ ہندی زبان میں کم سمجھنے والوں کے واسطے آسان کرکے بیان کیے ہیں۔ تب بھی بغیر استاد نہ سمجھا جاوے گا۔

(۵) اور کتنی چیزیں ہندی زبان میں لکھتے ہیں جو فارسی میں نہیں ہیں، اس سبب فارسی خواں اول اٹکتا ہے، جب ایک چیز سمجھ کر پڑھے تو واقف ہو جاوے۔ اور اس کتاب کا نام "موضح قرآن" ہے، یہی اس کی صفت ہے اور یہی اس کی تاریخ ہے۔

اس تمہیدی نوٹ سے ترجمہ کی غرض ظاہر ہے کہ تبلیغ احکامِ الٰہی مقصود تھی اور یہ تبلیغ اس وقت تک تمام نہیں ہو سکتی تھی جب تک وہ عام فہم زبان میں نہ کی جائے۔ اس ترجمہ کی زبان کا نمونہ حسبِ ذیل ہے:-

"سب تعریف اللہ کو جو صاحب سارے جہان کا، بہت مہربان نہایت

رحم والا، مالک انصاف کے دن کا۔ تجھی کو بندگی کریں اور تجھ سے مدد
چاہیں۔ چلا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان کی جن پر تو نے فضل کیا، نہ جن
پر غصہ ہوا اور بہکنے والے۔" (سورہ فاتحہ)

یہ ترجمہ اس دور کے اندازِ تحریر کا عکاس ہے۔ مضاف، مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے، تاہم مطلب اور مفہوم واضح ہوجاتا ہے۔ ترجمہ میں سلاست اور اختصار ہے
یہ ترجمہ سب سے پہلے ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ء) میں کلکتہ سے مولوی عبداللہ بن بہادر علی حسینی نے طبع کرایا۔ جب پہلی مرتبہ سید احمد شہید حج کو گئے تو ان کے بھانجے سید احمد علی سے مولوی عبداللہ نے شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن کی نقل حاصل کی۔ مولوی عبدالحی دہلوی، شاہ محمد اسحاق (ف ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء) اور مرزا حسن علی لکھنوی کے مشورہ سے مولوی عبداللہ نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا۔ ترجمہ کی صحت و درستی تفسیر عزیزی، تفسیر حسینی اور اس ترجمہ سے جو مولوی عبداللہ کے والد بہادر علی حسینی اور مولوی امانت اللہ وغیرہ نے کیا تھا، کی گئی
اس کے بعد شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ اس زمانے میں مولوی کرامت علی جون پوری کی تحریک پر صوفی کریم بخش نے چھپوایا۔ مولوی کرامت علی جون پوری نے بعض الفاظ کے معنی آسان ہندی میں حاشیے پر لکھے اور بعض فوائد تفسیر حسینی، تفسیر فتح الرحمٰن اور تفسیر فتح العزیز سے اس میں شامل کر دیئے۔[1]

ترجمہ شاہ رفیع الدین

شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ دہلوی کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز

---

[1] شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس زمانے میں (۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱-۵۲ء میں) یہ ترجمہ محمد مصطفیٰ خاں ابن روشن خاں نے اپنے پریس مطبع مصطفائی کان پور میں طبع کرانا شروع کیا۔ اسی سال وہ حج کو گئے ۱۲۵۹ھ (۱۸۵۲-۵۳ء) میں ان کا انتقال ہوگیا پھر ان کے صاحبزادے محمد واحد خان کی تحریک پر ان کے چھوٹے بھائی محمد عبدالرحمٰن خاں نے ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵-۶۶ء) میں طبع کرایا۔

(ف ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) کے بعد درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا کام انھوں نے کیا ہے۔ ذیل کے نمونہ سے شاہ صاحب کے ترجمہ کی کیفیت معلوم ہوتی ہے :۔

"سب تعریف واسطے اللہ کے، پروردگار عالموں کا، بخشش کرنے والا مہربان، خاوند دن جزا کا، تجھی کو بندگی کرتے ہیں ہم اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہم، دکھا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان کی کہ نعمت کی ہے تونے اوپر ان کے، سوا ان کے جو غصہ کیا گیا ہے اوپر ان کے اور نہ راہ گمراہوں کی۔"

(سورہ فاتحہ)

اگرچہ یہ ترجمہ تحت اللفظ ہے مگر اس کے باوجود بڑی حد تک سہل ہے اور مطلب بہ آسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ طلبہ کے لیے خاص طور سے یہ ترجمہ بہت مفید ہے۔ کیونکہ قرآن کے ہر لفظ کے معانی علٰحدہ علٰحدہ معلوم ہو جاتے ہیں۔

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ ان کے شاگرد سید نجف علی المعروف بہ فوجدار خاں کا جمع کیا ہوا ہے جیسا کہ تفسیر رفیعی کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے :۔

"کہتا ہے خاکسار سید عبدالرزاق بن سید نجف علی المعروف بہ فوجدار خاں کے والد ماجد نے بخدمت جناب عالم باعمل، فاضل بے بدل، واقف علوم معقول ومنقول، خلاصۂ علمائے متاخرین مولوی رفیع الدّین کے عرض کیا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ترجمہ کلامُ اللہ تحت اللفظی آپ سے پڑھ کر زبان اُردو میں لکھوں پھر اس کو ملاحظہ فرما کر اصلاح دے کر درست فرما دیا کریں۔ چنانچہ آپ نے قبول فرمایا اور تمام کلام اللہ اسی طرح سے مرتب ہوا اور رواج پایا۔"

ہمارے خیال میں شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ قرآن، شاہ رفیع الدین کے ترجمے سے مقدم ہے۔ اول تو شاہ عبدالقادر نے دیباچے میں صرف اپنے والد شاہ ولی اللہ کے ترجمے کا ذکر کیا ہے۔ اگر بڑے بھائی کا ترجمہ ہوتا تو ضرور ذکر کرتے۔ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء میں شاہ عبدالقادر ترجمہ کر چکے تو یہی ترجمہ نجف علی کے لیے محرک ہوا اور انھوں نے

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ جمع کیا۔[1]

ترجمہ حکیم محمد شریف خاں دہلوی

حکیم محمد شریف خاں (ف ۱۲۱۶ھ / ۲-۱۸۰۱ء) دہلی کے نامور شاہی طبیب اور عالم و فاضل تھے۔ شاہ عالم ثانی (ف ۱۸۰۶ء) نے اشرف الحکماء کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ حکیم شریف خاں کو تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ مشکوٰۃ شریف کا فارسی ترجمہ کاشف المشکوٰۃ کے نام سے کیا۔ اس کے علاوہ عجالۂ نافعہ، علاج الامراض، دستور الفصد، حاشیہ نفیسی، حاشیہ شرح اسباب، آثار نبوت اور تالیف شریفی (بخواص ادویہ ہندی) متعدد عربی و فارسی کتب ان سے یادگار ہیں۔ تالیف شریفی میں ہندی، یونانی، فارسی اور عربی دواؤں کے ناموں کی مطابقت کی گئی ہے۔ حکیم شریف خاں نے شاہ عالم ثانی کے حکم سے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے۔[2] حکیم صاحب لکھتے ہیں:[3]

---

[1] شاہ رفیع الدین کا ترجمہ سب سے اول کلکتہ کے ایک مطبع اسلام پریس (واقع محلہ مرزاپور) میں ۱۲۵۶ھ / ۴۱-۱۸۴۰ء میں دو جلدوں میں ٹائپ میں طبع ہوا۔ اس ترجمہ کی صحت و درستی کے فرائض مولوی حافظ احمد کبیر مجددی (ف ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۴ء) نے انجام دیئے۔ مجددی صاحب بڑے فاضل شخص تھے۔ ان کے ساتھ حافظ عجیب احمد اور حافظ محمد مرتضیٰ بھی شریک رہے۔ اس ترجمے کے حاشیے پر شاہ عبدالقادر صاحب کی تفسیر مُوضح قرآن بھی چھپی ہے۔

[2] پروفیسر حامد حسن قادری نے تاریخ داستان اردو (صفحہ ۱۴۴-۱۴۵-طبع دوم آگرہ ۱۹۵۰ء) میں لکھا ہے کہ حکیم شریف خاں کا ترجمہ قرآن شاہ عبدالقادر سے تقریباً بیس سال پہلے کا ہے۔ معلوم نہیں، قادری صاحب نے یہ بیس سال پہلے کا اندازہ کس طرح قائم کیا۔ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۰ء میں ہوا۔ اس حساب سے حکیم شریف خاں کا ترجمہ ۱۷۷۰ء میں ہونا چاہیے۔ یہ ترجمہ حکیم محمد شریف خاں نے شاہ عالم ثانی کے حکم سے کیا ہے اور ۱۷۷۰ء تک اس کو دہلی کی حکومت ملی بھی نہیں تھی۔

[3] قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیریں از مولوی عبدالحق، اردو (اورنگ آباد دکن) جنوری ۱۹۳۷ء۔

"للہ الحمد و المنۃ کہ این تفسیر سلاست تحریر حسب الامر ارفع، اشرف، اعلیٰ بادشاہ جم جاہ دین پناہ ..... السلطان ابن السلطان الخاقان ابن الخاقان، اسد المعارک والمغازی جلال الدین محمد شاہ عالم بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ - ذرہ خاکسار بے مقدار حکیم محمد شریف خاں بن حاذق الملک حکیم محمد اکمل خاں مرحوم شروع در تسوید و تحریر آن نمودہ بودہ بمساعدت توفیق الٰہی و معاضدت اقبال شاہنشاہی در نیکو ترین ازمنہ و بہتر ادنہ زیب و زینت اختتام پذیرفت۔"

حکیم شریف خاں کے ہاتھ کا تحریر کردہ تمام و کمال ترجمہ حکیم محمد احمد خاں دہلوی (ف ۱۹۳۴ء) کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب نے مولانا ابوالکلام آزاد کی وساطت سے اس ترجمہ کو دیکھا۔ اس ترجمہ کا نمونہ درج ذیل ہے :-

"جو تعریف کہ اول سے آخر تک موجود ہے لائق ہے واسطے اللہ کے کہ پالنے والا ہے تمام عالموں کو، بخشنے والا وجود کا آخرت میں، مہربان داخل کرنے والے بہشت کے سے، مالک دن قیامت کا، تصرف کرنے والا، اس دن جو چاہے گا کرے گا، خاص تجھی کو بندگی کرتے ہیں ہم اور خاص تجھی سے مدد مانگتے ہیں ہم، اور بندگی تیرے کے دِکھا تو ہم کو بیچ قول کے اور فعل کے اور اخلاق کے راہ اون آدمیوں کی ...... اور نہ گمراہوں کی۔" (سورۂ فاتحہ)

حکیم صاحب نے اس ترجمے کو "تفسیر قرآن" سے تعبیر کیا ہے، لہٰذا ترتیب لفظی کے باوجود شرح بھی کرتے چلے گئے ہیں تاکہ مفہوم کی وضاحت ہو جائے۔ اس لیے اس میں زیادہ لفظی پابندی نہیں کی گئی ہے۔ اور اردو زبان کی ترکیب کی کسی قدر رعایت موجود ہے۔

ترجمہ قرآن کریم فورٹ ولیم کالج

ذی الحجہ ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء میں فورٹ ولیم کالج میں ڈاکٹر گل کرسٹ کی سرپرستی میں قرآن کریم کا ترجمہ شروع ہوا۔ اس ترجمے کے آغاز کی تاریخ "صراط المستقیم الحق ہے بالکل" سے نکلتی ہے۔

مولوی امانت اللہ اور میر بہادر علی حُسینی کو اس ترجمے کے لیے مقرر کیا گیا اور کاظم علی شیدا کو زبان کو بامحاورہ بنانے کا کام سپرد ہوا۔ کچھ دنوں ایک بزرگ مولوی فضل اللہ بھی شریک ترجمہ رہے، پانچ سیپاروں کا ترجمہ ہونے کے بعد آپس میں کچھ نزاع ہوگیا، مولوی بہادر علی اس سے علیحدہ ہوگئے اور مولوی فضل اللہ کام کرتے رہے۔ بہادر علی کے بجائے حافظ غوث علی مقرر ہوئے۔

اکیس سیپاروں کا ترجمہ ہونے کے بعد یہ طے ہوا کہ باقی ترجمہ مولوی فضل اللہ کریں اور کاظم علی شیدا عبارت کو بامحاورہ بنائیں۔ اس طرح یہ کام ۹ر رمضان سنہ ۱۲۱۹ھ مطابق ۲۲ر دسمبر سنہ ۱۸۰۴ء بروز پنج شنبہ ختم ہوگیا۔

ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو[1]

"خدا کے نام سے جو بخشنے والا نعمت دینے ہارا ہے۔ ہر ایک حمد خُدا کے لیے ہے کہ وہ مالک سب کا بخشنے ہارا، روزی دینے والا، خاوند روز قیامت کا ہے، ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں، دکھا ہم کو سیدھی راہ، ان کی راہ کہ جن کو تونے نعمت دی نہ ان کی جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ گمراہوں کی۔" (سورۂ فاتحہ)

فورٹ ولیم کالج کے ترجمے میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۱) حروف مقطعات کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔

---

[1] رسالہ اردو (اورنگ آباد۔ دکن) جنوری سنہ ۱۹۳۶ء۔

(۲) ماضی، حال اور استقبال کے جو الفاظ ہیں، مفسروں نے ماضی کو حال اور حال کو استقبال استعمال کیا ہے، اس ترجمے میں اسی طریقے کی پیروی کی گئی ہے۔

(۳) لفظی ترجمے کی رعایت رکھی گئی ہے اگرچہ کہیں کہیں اس کے خلاف بھی ہوا ہے۔

(۴) محاورے کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔

(۵) مفعول مطلق استعمال نہیں کیا گیا ہے۔

(۶) لفظ تاکید کا اضافہ کیا ہے۔

(۷) حُروفِ عاطفہ اور حرف ف کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۸) کہیں کہیں شان نزول بھی لکھ دیا ہے۔

(۹) کہیں کہیں وضاحت کے لیے حاشیہ میں تشریح بھی کردی گئی ہے[ف۱]

قرآن کریم کے اردو ترجمے کے مکمل ہونے کا جہاں تک تعلق ہے، وہ گل کرسٹ ہی کے زمانے میں مکمل ہو چکا تھا۔ قرآن کریم کا پورا ترجمہ ۵۰۰ صفحات میں مکمل ہوا۔ چھپن صفحات گل کرسٹ کے سامنے طبع ہو چکے تھے۔

یہ بات خاص طور سے قابلِ ذکر ہے فورٹ ولیم کالج کو قرآن کے ترجمے سے براہِ راست کوئی تعلق نہ تھا بلکہ گل کرسٹ نے ہندستانی پریس سے شائع کرنے کی نیت سے یہ ترجمہ کرایا تھا۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے قرآن کے ترجمے کی اشاعت کو نامناسب سمجھا اور اس ترجمے کے تمام مطبوعہ نسخے سکریٹری گورنمنٹ نے حاصل کر لیے۔ اور ان (۵۶ صفحات) کی طباعت میں جو زیر باری گل کرسٹ کو ہوئی تھی وہ رقم اس کو ادا کردی گئی۔[ف۲]

ف۱ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد۔ از محمد عتیق صدیقی صفحہ ۳۱۰-۳۱۲ (علی گڑھ ۱۹۶۰ء)

ف۲ گل کرسٹ اور اس کا عہد صفحہ ۱۷۸-۱۸۰

اِس ترجمے میں بڑی حد تک شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجمۂ قرآن کی پیروی کی گئی ہے جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے واضح ہے +

شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم (اُردو)

از

پروفیسر غلام حُسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم اے، سابق صدر شعبہ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا نچوڑ یہ کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہ کی پوری تعلیم کا احصاء کیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔

پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تھا اور قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دُوسرا ایڈیشن شائع کر دیا گیا ہے۔ معیار طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

قیمت ؍۔۱۰/۰۰

ملنے کا پتہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی۔ صدر۔ حیدرآباد۔ سندھ